اسلام میں انسانی حقوق کی اہمیت

ناز آفرین

انسانی رشتوں کے حقوق کی ادائیگی اور اس کی پاس داری میں ہی زندگی کی اصل خوب صورتی ہے۔ رشتوں میں پائے داری کے لیے بے لوث محبت اور پُرخلوص خدمت ازحد ضروری ہیں۔ خداوندکریم نے جہاں ان رشتوں کی پاسبانی کی ہدایت کی ہے، وہیں ان کی اہمیت اور مرتبہ بھی واضح کر دیا ہے۔ بنی آدم کو ربِّ کائنات نے بنیادی طور پر دوطرح کے حقوق دیئے ہیں: پہلا حقوق اللہ اور دوسرا حقوق العباد۔ حقوق العباد کی حفاظت، ان کی ادائیگی اور تکمیل کا راستہ، قرآن وحدیث کی اطاعت وپیروی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

● **والدین کے حقوق:** قرآنِ مبین میں کئی مقامات پر والدین کے حقوق پر احکام آئے ہیں۔ والدین وہ عظیم ہستیاں ہے، جن سے ہماری جنّت اور جہنّم وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ نرمی اور حُسنِ سلوک کی تاکید کی ہے۔ حقوق اللہ کے بعد بندوں کے حقوق میں سرفہرست اطاعت وفرماں برداری والدین کی ہے۔ ان کے مقام ومرتبہ اور فضیلت کا تذکرہ کئی جگہوں پر کیا گیا ہے۔

حدیث پاک ہے: ”ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! میرے حُسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں، اس نے کہا: پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں، اس نے کہا: پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں، اس نے کہا: پھر کون؟ تو آپؐ نے فرمایا: پھر تیرا باپ، پھر درجہ بدرجہ جو تیرے قریب لوگ ہیں“۔ (ابن ماجہ، کتاب الادب، باب برالوالدین، حدیث:۳۶۵۶)

اس حدیث پاک سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ماں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا درجہ باپ سے بڑا ہے۔ اس لیے کہ ولادت کے دوران عورت ایک قسم کے تخلیقی مراحل سے گزرتی ہے۔

اس کا یہ مطلب بالکل بھی نہیں ہے کہ والد کی اہمیت کم ہے۔ والد جنّت کے دروازوں میں ایک دروازہ ہے۔ ان کی عظمت کا بیان کون کرسکتا ہے کہ جن کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھنا بھی باعث اجروثواب ہے۔ والدین کی اہمیت اس حدیث سے بالکل واضح ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا: اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو،اس کی ناک خاک آلود ہو۔ پوچھا گیا: کس کی ناک یارسولؐ اللہ؟ سرکارؐ نے فرمایا: جس نے بڑھاپے میں اپنے والدین کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو پایا اور پھر جنّت کا حق دار نہ بنا''۔(مسلم، کتاب البرّ والصلۃ والآداب، باب رغم انفہ من ادرک ابویہ، حدیث: ۴۷۳۴)

• **حقوقِ زوجین:** اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں حقوقِ زوجین کو بھی بیان کیا ہے (سورۂ نساء، سورۂ روم:۲۱ اور سورۂ بقرہ:۱۸۷)۔ اس بیان کا مقصد ہی یہی ہے کہ کسی کی حق تلفی اور دل آزاری نہ ہو۔ اس رشتے کا آغاز ہی اعتماد کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ دونوں کے باہمی تعاون سے ہی گھر کا سکون بحال رہ سکتا ہے۔ ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے میں دونوں فریقین کا ایک دوسرے پر اعتماد بے حد ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شوہر کو قوّام اور بیوی کو محکوم کا درجہ عطا کیا۔ قرآن میں ان دونوں کو ایک دوسرے کا 'لباس' کہا گیا ہے۔ 'لباس' سے مراد ایک دوسرے کی اچھائیوں کو سمجھنا اور کمزوریوں کی پردہ پوشی کرنا ہے۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی نکلتا ہے کہ دونوں کو برابر کے حقوق حاصل ہوں۔ اس رشتے میں ذہنی ہم آہنگی کا ہونا بھی اہمیت رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے لیے اپنے شوہر کا احترام لازم کیا،تو اس کا یہ مطلب ہرگز بھی نہیں کہ خاوند صرف اس بنیاد پر اندھی حاکمیت چلانے لگ جائے بلکہ شوہر کے جو اوصاف اسلام میں بتائے گئے ہیں، اسے ملحوظ رکھیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں''۔(ترمذی، ابواب الجنائز، ابواب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا، حدیث: ۱۱۱۸)

اسی طرح قرآن کریم میں متعدد مقامات پر انھیں ان کے حقوق کی یاددہانی کرائی گئی ہے،

اور بعض مقامات پر تنبیہ بھی کی ہے۔اسی بنیاد پر انھیں 'راعی' کہہ کر بھی مخاطب کیا گیا ہے۔

حدیث پاکؐ ہے: ''کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کون سی عورت سب سے اچھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ کہ جب خاونداس کی طرف دیکھے تو خوش ہوجائے، وہ حکم دے تو اس کی تعمیل کرے، اوراپنی جان و مال کے معاملے میں ایسی کوئی بات نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو''۔(سنن نسائی، کتاب النکاح، باب ای النساء خیر، حدیث:۵۱۹۹)

دوسری حدیث میں بیان ہے: ''حضرت اُمِ سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوعورت اس حال میں فوت ہوئی کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش تھا تو وہ جنّت میں داخل ہوگی''۔(ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حق الزّوج علی المرأۃ، حدیث:۱۸۵۰)

- **اولاد کا حق**: والدین کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو اپنی استطاعت کے مطابق کھانا کھلائیں، پہنائیں اوران کی ضروریات کا خیال رکھیں۔اللہ نے خصوصی طور پر والدین کو مخاطب کیا ہے کہ تم اپنے ماتحت کو رزقِ حلال کھلاؤ۔ بیٹا اور بیٹی کا فرق بالکل نہ کرو۔ رزق کی تنگی کے ڈر سے نہ انھیں قتل کرو اور نہ ان کے ساتھ بدسلوکی کرو۔ اصل میں والدین صرف ایک ذریعہ ہیں۔حقیقی کفالت کرنے والا تو خدائے رحمٰن ہے، جو صاف صاف کہتا ہے کہ رزق دینے والا مَیں ہوں۔

''حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اجروثواب کے اعتبار سے وہ دینار بہتر ہے جو تم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے ہو''۔(مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوک، حدیث:۱۶۲۲)

دوسری حدیث اس طرح ہے، حضرت انسؓ راوی ہیں: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ جوان ہوگئیں تو قیامت کے دن وہ اس طرح آئے گا کہ مَیں اور وہ اس طرح ہوں گے۔آپؐ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملایا''۔(مسلم، کتاب البرّ والصلۃ والآداب، باب فضل الاحسان الی البنات، حدیث:۴۸۷۲)

اسی رشتے کی ایک اہم کڑی بھائی بہن کا تعلق ہے، جو نہایت مقدس اور پاکیزہ ہے۔ اس رشتے کی بھی عظمت کھلی ہوئی ہے۔ بھائی کو بہن کے لیے اس کا مان ہونا چاہیے، اسی طرح بہن کو بھی بھائی کے لیے اس کا فخر بننا چاہیے۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے نمونہ بنیں۔مگر بدقسمتی سے آج

ہمارے معاشروں کے موجودہ حالات اس کے برعکس ہیں۔

● **پڑوسیوں کا حق**: اللہ کے نبیؐ نے ہمیشہ اپنے گھر والوں اور صحابہ کرامؓ کو پڑوسیوں کے حقوق کے سلسلے میں عمدہ نصیحتیں کی ہیں۔ ان کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنے کی ترغیب دی ہے۔ یہی بات اُمت مسلمہ پر بھی لازم آتی ہے۔ اس لیے کہ چھوٹی بڑی پریشانی میں پہلے پڑوسی شامل ہوتے ہیں، بعد میں رشتہ دار آتے ہیں۔ دو بھائیوں سے پہلے دو پڑوسیوں کا حساب لیا جائے گا۔ ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا سو جائے۔

''حضرت عائشہؓ اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریلؑ ہمیشہ مجھے ہمسایہ کے بارے میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ وہ عنقریب اسے وارث بنا دیں گے''۔ (بخاری، کتاب الآدب، باب الوصاۃ بالجار، حدیث: ۵۶۷۶)

● **رشتہ داروں کے حقوق**: حقوق العباد کی ایک اہم کڑی رشتہ داروں سے حُسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرنا ہے۔ ان کے ساتھ ادب اور تمیز سے بات کرنا ہے۔ ان کے ساتھ نرمی اور صلہ رحمی کا معاملہ کرنا ہے، تاکہ رشتوں میں حُسن اور محبت قائم رہے۔ اس میں مضبوطی اور پائیداری رہے۔ اس طرح سے پیش آنے کے باوجود کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اگلا شخص بدظن ہو۔ اچھائی کا جواب بُرائی سے دے۔ ان حالات میں صبر کرتے ہوئے حُسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرنے والوں کے لیے دگنا اجر ہے۔ ان رشتوں کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے: حضرت ابن عمرؓ راوی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ سچا صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے، جو بدلے میں صلہ رحمی کرے۔ اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ رشتہ دار اس سے کٹیں تو وہ ان سے جڑے''۔ (صحیح بخاری، کتاب الآدب، باب لیس الواصل بالمکافئ، حدیث: ۵۶۵۲)

ایک اور حدیث نے تو اس رشتے کو بڑے جامع انداز میں بیان کیا ہے: ''ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن کے حقوق مَیں ادا کرتا ہوں لیکن وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتے۔ میں اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے بُرا سلوک کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ حلم و بُردباری سے پیش آتا ہوں لیکن وہ میرے ساتھ جہالت برتتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تُو کہتا ہے تو گویا تو ان کے چہروں پر سیاہی پھیر رہا ہے اور اللہ ان کے مقابلے میں ہمیشہ تیرا مددگار رہے گا، جب تک تو اس حالت پر قائم رہے گا''۔(مسلم، کتاب البرّ والصلۃ والآداب، باب صلۃ الرحم، حدیث: ۴۶۷۴)

● **خادم کے حقوق**: عرب میں عام رواج تھا کہ غلاموں سے کام لیا جاتا تھا۔ ان غلاموں کے ساتھ بعض لوگ نرمی کے ساتھ پیش آتے تھے اور بعض افراد بے جا سختی کرتے تھے۔ غلاموں کی اپنی کوئی زندگی نہیں تھی۔ ان کے ساتھ حیوانوں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خادموں اور غلاموں کے ساتھ شفقت اور محبت کا رویہ اختیار کرنے کی تلقین کی۔ یہاں تک کہ آپؐ نے موت سے قبل جو الفاظ بیان کیے ان میں لفظ 'غلام' بھی تھا۔

حدیث پاک کا حصّہ ہے کہ ''غلاموں کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اسے وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے، اور اس پر کام کا اتنا بوجھ ڈالے، جو اس کی طاقت سے باہر نہ ہو، اور اگر اس پر ایسے کام کا بوجھ ڈالے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور وہ اسے نہ کر پا رہا ہو تو اس کام میں اس کی مدد کرے۔(صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب المعاصی من أمر الجاھلیۃ، حدیث: ۳۰)

● **بیوہ و یتیم کے حقوق**: اسلام واحد مذہب ہے جس نے حقوقِ نسواں کو زمین پر نافذ کیا۔ اس کی پوری حفاظت کی۔ معاشرے میں خواتین کو ان کا جائز مقام ملا۔ جس نے بُرائیوں کو پھیلنے کا موقع کم کر دیا۔ اسی طرح یتیم بچوں کی کفالت کا بھی بہترین انتظام کیا۔

اس حکیمانہ نظام نے ایک ساتھ بیوہ اور یتیم دونوں کی کفالت کا مسئلہ حل کیا۔ یتیم کی کفالت یا سرپرستی کرنے والے کو اللہ پسند کرتا ہے۔ اس کے ولی کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس کے بالغ ہونے تک اس کے جان و مال کی حفاظت کرے، اسے ستائے نہیں بلکہ رحم دلی سے پیش آئے۔ اسی میں دونوں کی خیر و بھلائی کا عنصر پوشیدہ ہے۔

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَیں اور یتیم کا سرپرست، ہم دونوں جنّت میں اس طرح ہوں گے۔ یہ کہہ کر آپؐ نے بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا اور ان دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا''۔(صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب اللّعان، حدیث: ۵۰۰۲)

● **مسکین و محتاج کا حق:** یہ معاشرے کا وہ طبقہ ہے جسے عموماً 'غریب' کہا جاتا ہے، جن کے پاس زندگی گزارنے کے وسائل نہیں ہوتے ہیں۔ ان کے پاس پیٹ بھر کھانا اور سر پر سایہ نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ بھی خاص نہیں بلکہ عام ہے کہ انھوں نے محنت کرنی چھوڑ دی اور ہاتھ پھیلانا شروع کر دیا۔ اب ان کی پہچان بہت مشکل ہوگئی ہے کہ واقعی ان میں کون ضرورت مند ہے اور کون غیر ضرورت مند۔ بے شک یہ کام اجروثواب کا ہے لیکن یہ دیکھ لینا چاہیے کہ کہیں حق دار کا حق تو نہیں مارا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث پاک دیکھتے چلیں:

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمانِ رسولؐ ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن کہے گا: اے میرے بندے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تُو نے مجھے نہیں کھلایا۔ وہ کہے گا: اے میرے ربّ! میں تجھے کیوں کر کھلاتا، جب کہ تو سب لوگوں کی پرورش کرنے والا ہے؟ اللہ کہے گا کہ کیا تجھے خبر نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا لیکن تُو نے اسے نہیں کھلایا؟ کیا تجھے خبر نہیں کہ تو اس کو کھلاتا تو اپنے کھلائے ہوئے کھانے کو میرے یہاں پاتا؟ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تُو نے مجھے نہیں پلایا۔ تو وہ کہے گا: اے میرے ربّ! میں تجھے کیسے پلاتا، جب کہ تو خود ربّ العالمین ہے؟ اللہ تعالیٰ کہے گا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تُو نے اسے پانی نہیں دیا۔ اگر تو اس کو پانی پلاتا تو وہ پانی میرے یہاں پاتا۔ (مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل عیادۃ المریض، حدیث: ۴۶۷۲)

دراصل یہ کھانا کھلانا، پانی پلانا، روپے پیسے یا دوسری چیزوں سے مدد کرنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ یہ تو ان کا حق ہے، جو اللہ ہمارے ذریعہ ادا کراتا ہے۔ اللہ کو وہ ہاتھ بہت پسند ہے جو دینے والا ہو، لینے والا نہیں، یعنی اُوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

● **مسافر کا حق:** جو شخص کسی قافلہ یا سفر میں ہو، اسے چاہیے کہ اپنے ساتھ جو مسافر ہیں ان کا خیال رکھے۔ ضرورت کی چیز مانگنے پر منع نہ کرے۔ اپنے اخلاقانہ اثرات اس پر چھوڑے کہ مسلمان ہر جگہ اللہ کا بندہ ہوتا ہے۔ جگہ بدلنے سے اس کی حیثیت نہیں بدلتی ہے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ: ''قوم کا سردار اُن کا خادم ہوتا ہے، تو جو شخص لوگوں کی خدمت کرنے میں سبقت لے جائے تو لوگ اس سے کسی عمل کی بدولت نہیں بڑھ سکتے، بجز شہادت کے''۔ (البیہقی، شعب الایمان،

التاسع والثلاثون من شعب الایمان فصل فی ترک الغضب، حدیث: ۸۱۵۰)

● **مسلمان کا مسلمان پر حق**: ایک مسلم دوسرے مسلم بھائی کے لیے ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب ایک کسی پریشانی ومصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو دوسرا اسے حوصلہ دیتا ہے۔ اسے صبر کی تلقین کرتا ہے۔ اس کی خوشی اور اس کے غم میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔ ایک مومن طعنہ دینے والا نہیں ہوسکتا، حفاظت کرنے والا ہوتا ہے۔ وہ ہلاکت کو دفع کرنے والا ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس کو ذلیل کرے، نہ اس کی تحقیر کرے۔ تقویٰ یہاں ہے۔ آپؐ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا۔ آدمی کے بُرا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر خون، مال اور آبرو حرام ہے''۔(مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم ظلم المسلم، حدیث:۴۷۵۶)

● **مہمان اور مریض کا حق**: مہمان نوازی مسلمانوں کی قدیم روایت کا حصّہ ہے۔ یہ باہمی تعلقات کو مضبوط کرتی ہے۔ مہمان کو چاہیے کہ وہ تین دن تک ہی مہمان نوازی کرائے ورنہ میزبان کو تکلیف ہوسکتی ہے۔ کوئی رشتہ دار یا مسلمان بیمار ہو تو اس کی عیادت بھی ضروری ہے۔ بیمار کی عیادت کرنے والے کے لیے سمندر کی مچھلیاں اور ستّر ہزار فرشتے دُعا کرتے ہیں۔

حدیث پاک کے مطابق: ''مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو اس کے وہاں سے واپس آنے تک وہ جنّت کے باغ میں سیر کرتا ہے''۔(مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل عیادۃ المریض، حدیث:۴۵۶۷)

حقوق العباد کی ادائیگی مرد و زن پر عائد ہوتی ہے۔ اللہ کے یہاں فیصلہ انسان کے اوصاف کی بنیاد پر ہوگا۔ جو انسان کسی ظلم کا بارِ گناہ اُٹھائے ہوئے آئے گا، خواہ اس نے حق تلفی اپنے خدا کے حقوق پر کی ہو، یا خلقِ خدا پر، یا پھر اپنے نفس پر، اسے کامیابی نہیں ملے گی۔ عدل وانصاف اور محبت واخوت کا ساتھ دینے والوں کو ہی کامیابی حاصل ہوگی۔ بہتر اور صالح معاشرے کا وجود اسی احترام کا متقاضی ہے۔[تخریج: سمیع الحق شیرپاؤ، لاہور]